www.rahimia.org

شریعت، طریقت اور اجتماعیت پر مبنی دینی شعور کا نقیب

ماہنامہ رحیمیہ لاہور

بانی: حضرت اقدس مولانا **شاہ سعید احمد** رائے پوری قدّس اللّٰہُ سِرّہٗ السّعید مسند نشین رابع خانقاہِ عالیہ رحیمیہ رائے پور

مدیرِاعلیٰ: حضرت اقدس مولانا مفتی **عبدالخالق آزاد** رائے پوری جانشین حضرت اقدس رائے پوری رابعؒ

فروری 2023ء / رجب المرجب ۱۴۴۴ھ • جلد نمبر 15، شمارہ نمبر 2 • قیمت: 30 روپے • سالانہ ممبرشپ: 350 روپے

مجلسِ ادارت

سرپرست: ڈاکٹر مفتی سعید الرحمٰن

صدر: مفتی عبدالمتین نعمانی

مدیر: محمد عباس شاد

ترتیبِ مضامین

- عدل و احسان میں تفریق؛ دُنیوی اور اُخروی عذاب کا باعث
- محبوبِ خدا بننے کا طریقہ
- اُمّ المؤمنین حضرت سودہ بنتِ زمعہ عامریہ قرشیہ رضی اللہ عنہا
- عادلانہ معاشی نظام کے لیے شعوری جدوجہد کی اہمیت
- مسنون اذکار پڑھنے کے اوقات
- علامہ ابنِ خلدونؒ؛ بانیٔ عُمرانیات
- پاکستان اب ایسے نہیں چلے گا
- یورپشائی طاقتوں کے رابطے کے اثرات
- معاشرے کی مجموعی زندگی کا راز
- دین اسلام کا محور و مرکز؛ عدل ہے
- اجتماعیت نظام سے پیدا ہوتی ہے
- آج ہم پر خیانتوں کا عالمی نظام مسلط ہے
- حضرت مولانا قاضی محمد حسن مرادآبادیؒ
- اے شُعاعِ سحر تازہ!
- ادارہ رحیمیہ علومِ قرآنیہ میں دورۂ تفسیر القرآن الحکیم کے احوال
- دینی مسائل

ارشادِ گرامی

حضرت اقدس مولانا **شاہ عبدالقادر** رائے پوری قدس سرہ — مسند نشینِ ثانی خانقاہِ عالیہ رحیمیہ رائے پور

حضرت والاؒ نے فرمایا کہ:

’’تاریخِ (انسانیت) شاہد ہے کہ اسلام کو اور (حقیقی) مذہب کو (بااختیار) لوگوں نے اپنی خواہشات کا آلۂ (کار) تو بنایا، مگر خود (اس) مذہب کا آلۂ کار نہ بنے۔ یعنی (اس کے) مذہبی اثرات کے نیچے اپنی زندگیوں کو عالم گیر اور اجتماعی طور پر ایسا پاکیزہ نہ بنایا، جیسا (کہ ایک سچا) مذہب چاہتا ہے اور (جو) اس کی (اپنے اعلیٰ مقاصد کے لیے درست خطوط پر) تربیتِ صحیحہ کا لازمی خاصہ (تقاضا بھی) ہے‘‘۔

(۲۸/ جمادی الثانیہ ۱۳۶۸ھ/ 28/ اپریل 1948ء، بروز: جمعرات۔ مقام: دہلی)

(ارشادات حضرت شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ، ص: 388، طبع: رحیمیہ مطبوعات، لاہور)

ادارہ رحیمیہ علومِ قرآنیہ (ٹرسٹ) لاہور

رحیمیہ ہاؤس، 33/A کوئینز روڈ (شارع فاطمہ جناح) لاہور
0092-42-36307714,36369089-www.rahimia.org
Email: info@rahimia.org

رحیمیہ کا انگلش ایڈیشن ہماری ویب سائٹ پر پڑھا جاسکتا ہے۔

www.rahimia.org

تفسیر: شیخ التفسیر مفتی عبدالخالق آزاد رائے پوری

عدل واحسان میں تفریق؛ دُنیوی اور اُخروی عذاب کا باعث

سورۃ البقرہ کی گزشتہ آیات (84-83) میں اللہ تبارک وتعالیٰ کے بنی اسرائیل کے ساتھ کیے ہوئے عہدو میثاق اوراس کے دو بنیادی اُمور کا تذکرہ تھا: ایک یہ کہ انھوں نے علم الاحسان اور تہذیبِ نفس کے اُمور سرانجام دینا تھے اور دوسرے عدل وانصاف اور معاشرے کے پسے ہوئے یتیم ومسکین طبقات کے لیے خدمات سرانجام دینا اور آپس کی لڑائی، جھگڑوں اور خون بہانے سے باز رہنا۔ یہ اُمور تورات کی صورت میں حضرت موسیٰ علیہ السلام پر نازل کیے گئے۔ پھر آیت 85 میں بنی اسرائیل کی طرف سے ان اُمور کی خلاف ورزی کا ذکر کیا کہ وہ آپس میں ایک دوسرے کو قتل کرتے یا دشمن کو گرفتار کرواتے اور پھر فدیہ دے کر انھیں چھڑانے کے لیے مال جمع کرتے تھے۔ آیت کے دوسرے حصے میں اُن کے اس عمل کا تجزیہ اوراس کے منفی نتائج سے آگاہ کیا جارہا ہے۔

اَفَتُؤْمِنُوْنَ بِبَعْضِ الْكِتٰبِ وَ تَكْفُرُوْنَ بِبَعْضٍ: (تو کیا مانتے ہو بعض کتاب کو اور نہیں مانتے بعض کو)۔ بنی اسرائیل نے کتاب تورات کے اُس حصے پر عمل کیا، جس میں انھیں عبادات کرنے اور صفتِ احسان حاصل کرنے کا حکم دیا گیا تھا۔ اور تورات کے اُس دوسرے حصے پر عمل نہیں کیا، جس میں انسانی معاشرے کے لیے عدل وانصاف، یتیموں مسکینوں کے حقوق ادا کرنے اور قتل وغارت گری اور اپنے لوگوں کو دشمن کے ہاتھوں گرفتار کروانے سے روکا گیا تھا۔ اس طرح یہودیوں نے خواہشِ نفس کے مطابق کتابِ مقدس تورات کے من پسند حصوں پر عمل کرلیا اور جو احکامات ان کے طبقاتی اور گروہی مفادات کے خلاف تھے، ان کا انکار کردیا۔ یوں وہ دشمنوں کے لیے استعمال ہوئے۔ اس پر اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتے ہیں کہ کیا تم کتاب کے ایک حصے پر عمل کرتے ہو اور جب کہ انسانیت کے حقوق کی ادائیگی سے متعلق حصے کا انکار کرتے ہو۔

امامِ انقلاب مولانا عبیداللہ سندھیؒ فرماتے ہیں کہ: ’’اس آیت سے معلوم ہوا کہ صرف صفتِ احسان حاصل کرنا اور انسانیت کے لیے آزادی وحریت اور عدل وانصاف کے قیام کی جدوجہد نہ کرنا اور ان میں تفریق پیدا کرنا دراصل اللہ رحمٰن کے دین کے انکار کے مترادف ہے۔ اور یہ بات خوب ظاہر ہے کہ آج ہماری قوم بھی اسی حالت میں مبتلا ہے۔ حضرت شیخ الہندؒ کی قیادت میں ہماری چھوٹی سی جماعت یہ چاہتی تھی کہ ہندوستان کے اکثر مسلمان جو اس مرض میں مبتلا ہیں، انھیں اس سے نجات دی جائے، لیکن انگریز سامراج کی غالب قوت اور ہم مسلمانوں میں سے انگریزوں کی حمایت کرنے والے مذہبی اور سیاسی لوگوں نے مل کر اپنے مفادات کے لیے اس تفریق کو برقرار رکھا‘‘۔

فَمَا جَزَآءُ مَنْ يَّفْعَلُ ذٰلِكَ مِنْكُمْ اِلَّا خِزْيٌ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا: (سو کوئی سزا نہیں اس کی جو تم میں یہ کام کرتا ہے، مگر رُسوائی دنیا کی زندگی میں)۔ دین کے اعمال میں اس طرح کی تفریق اور تقسیم پیدا کرنا بہت بڑا جرم ہے۔ جو جماعت انسانی معاشرے میں ایسی حرکت کرتی ہے، قرآن حکیم کی نظر میں وہ قوم دنیا کی زندگی میں ذلت اور رُسوائی میں مبتلا ہوتی ہے۔ کسی قوم کے لیے اس سے بڑھ کر اَور کوئی ذلت اور رُسوائی نہیں ہوسکتی کہ وہ سیاسی طور پر کسی ظالم دشمن قوم کی غلام ہو، اپنی قومی آزادی سے محروم ہو اور اپنے دین پر اپنے ملّی اور قومی تقاضوں کے مطابق عمل نہ کرسکے۔ اور اس سے بڑھ کر بھی کوئی ذلت اور رُسوائی نہیں ہوسکتی کہ وہ معاشی طور پر بھوک وافلاس میں مبتلا اور قرضوں میں جکڑی ہوئی ہو۔ اور اغیار کے سامنے کاسۂ گدائی لے کر بھیک مانگنے کے لیے نکل کھڑی ہو۔ سیاسی بداَمنی اور معاشی بدحالی دنیا میں ذلت ورُسوائی کا مظہر ہوتی ہے۔

وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ يُرَدُّوْنَ اِلٰٓى اَشَدِّ الْعَذَابِ ؕ وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ: (اور قیامت کے دن پہنچائے جاویں سخت سے سخت عذاب میں۔ اور اللہ بے خبر نہیں تمھارے کاموں سے)۔ اللہ تعالیٰ کے احکامات میں من پسندی اور خواہش پرستی کی بنیاد پر عدل واحسان کے درمیان تفریق پیدا کرنا اتنا بڑا جرم ہے کہ نہ صرف دنیا میں ذلت اور رُسوائی اُس قوم کا مقدر ہوتی ہے، بلکہ قیامت کے دن بھی وہ سخت سے سخت عذاب میں مبتلا ہوگی۔ اس لیے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ مجرموں کے ایسے مجرمانہ اعمال سے قطعی طور پر غافل نہیں ہے۔ ہر چیز اس کے پاس لکھی ہوئی محفوظ ہے۔

اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ اشْتَرَوُا الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا بِالْاٰخِرَةِ: (یہ وہی ہیں، جنھوں نے مول لی دنیا کی زندگی آخرت کے بدلے)۔ اس آیت میں ایسے مجرم لوگوں کے حالات کا تجزیہ کیا گیا ہے کہ یہ لوگ صرف دنیا کی زندگی کی سرمایہ پرستی اور عیش پسندی اختیار کرنے کے لیے دین کی تعلیمات میں عدل واحسان کے درمیان یہ تفریق اور جدائی پیدا کرتے ہیں۔ ایسے لوگ میثاقِ عدل کی خلاف ورزی کرتے ہیں۔ انسانیت کی آزادی اور احترام کو یقینی نہیں بناتے، بلکہ چند ٹکوں کے عوض اپنے دشمنوں کے لیے آلہ کار بن کر مادی عیاشیوں میں مگن رہنا چاہتے ہیں۔ اس طرح انھوں نے آخرت کی زندگی کے بدلے میں دنیا کی چندروزہ زندگی خرید لی ہے۔ یہ بڑے خسارے کا سودا ہے۔

فَلَا يُخَفَّفُ عَنْهُمُ الْعَذَابُ وَلَا هُمْ يُنْصَرُوْنَ: (سو نہ ہلکا ہوگا اُن پر عذاب اور نہ اُن کو مدد پہنچے گی)۔ اس لیے ان پر نازل ہونے والے اس دنیاوی اور اُخروی عذاب میں کسی قسم کی کوئی تخفیف اور کمی نہیں کی جائے گی۔ ان پر عذاب کی شدت کسی صورت کم نہیں ہوگی۔ عذاب کی اس حالت میں کوئی اور بھی ان کی مدد کو کبھی نہیں آئے گا۔ اس لیے کہ انھوں نے ہدایت بیچ کر گمراہی خرید لی ہے۔ جیسا کہ دوسری جگہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ: ’’یہ وہی ہیں جنھوں نے مول لی گمراہی ہدایت کے بدلے، سو نافع نہ ہوئی اُن کی سوداگری اور نہ ہوئے راہ پانے والے‘‘۔ (2-البقرہ:16)

ان آیات میں یہودیوں کی خرابیوں اور اُن کی دنیوی اور اُخروی سزا کا ذکر کرکے مسلمانوں کو تنبیہ کی جارہی ہے کہ اگر انھوں نے کتابِ مقدس قرآن حکیم کی تعلیمات میں عدل و احسان میں ایسی تفریق روا رکھی تو وہ بھی دنیا کے ذلت آمیز عذاب اور آخرت کے سخت سے سخت عذاب سے نہیں بچ پائیں گے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس سے محفوظ فرمائے۔ (آمین!)

www.rahimia.org

از: مولانا ڈاکٹر محمد ناصر، جھنگ

محبوبِ خدا بننے کا طریقہ

عَنْ قَتَادَةَ بْنِ النُّعْمَانِ: أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: ''إِذَا اَحَبَّ اللّٰهُ عَبْدًا حَمَاهُ الدُّنْيَا كَمَا يَظَلُّ أَحَدُكُمْ يَحْمِيْ سَقِيْمَهُ الْمَاءَ''. (التّرمذی: 2037)

(حضرت قتادہؓ بن نعمان سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جب کسی بندے کو اللہ تعالیٰ دوست رکھتا ہے تو اس کو دنیا سے روکتا ہے، جیسے تم میں سے ایک اپنے (مرضِ استسقا وغیرہ میں مبتلا) بیمار کو پانی سے روکتا ہے''۔

دنیا قریب کی چیز کو کہتے ہیں اور اس سے مراد دُنیوی زندگی ہے۔ متعدد قرآنی آیات واَحادیث میں دُنیوی نعمتوں کے حصول اور اس کے استعمال کو اللہ کا انعام قرار دیا گیا ہے۔ جائز حدود میں رہ کر اپنی اور اپنے زیرِ کفالت لوگوں کی ضروریات پوری کرنے کو اللہ کی رضا کے حصول کا ذریعہ قرار دیا گیا ہے۔ جب کہ بعض آیات واحادیث میں اسی مال ودولت اور دُنیا کو انسان کے لیے آزمائش اور فتنہ قرار دیا گیا ہے۔

قرآن وحدیث کا اجتماعی نقطۂ نگاہ یہ ہے کہ انسان اس دنیا کو جب اپنی ضروریات کی فراہمی، محتاجی سے نکلنے اور اپنے زیرِ کفالت لوگوں کی خوش حالی اور فلاح کے لیے جائز طریقوں سے استعمال کرے تو یہ اللہ کی نعمت ہے اور مطلوب ہے۔ اس صورت میں اس کے حصول کو لازمی قرار دیا گیا ہے، جب کہ اس دنیا کو اگر ناجائز اور حرام طریقوں سے حاصل کیا جائے اور اس کو ایسے استعمال کیا جائے جو انسان کو خدا سے غافل کردے، وہ اللہ کے ہاں ناپسندیدہ اور گریز کیے جانے کے قابل ہے۔

زیرِغور حدیث میں دوسرے پہلو کی طرف توجہ دِلائی گئی ہے کہ وہ لوگ جو اللہ کو محبوب ہوتے ہیں تو اللہ تعالیٰ ان کو دنیا کے ساتھ غیر متوازن تعلق قائم کرنے اور سرمایہ پرستانہ سوچ سے بچا کر ان کے دل میں اپنی محبت ڈالتے ہیں اور ان کے دل سے دنیا کی غیرضروری محبت نکال دیتے ہیں، جس کے نتیجے میں وہ اس دنیا سے تعلق بھی رضائے الٰہی کے حصول کے لیے قائم کرتے ہیں۔ وہ ہرممکن کوشش کرتے ہیں کہ ان کے کسی بھی عمل سے انھیں اللہ کی ناراضگی کا سامنا نہ ہو۔ یہ ایسے ہی ہے جیسے وہ مریض کہ جس کے جسم میں غیرضروری پانی جمع ہونا شروع ہوجائے تو اسے زیادہ پانی پینے سے روک کر اس کی حفاظت کا بندوبست کیا جاتا ہے۔

زیرِنظر حدیث میں رہنمائی یہ ہے کہ ہمیں شرعی حدود میں رہتے ہوئے دنیا سے تعلق قائم کرنا ہے اور غیرشرعی حدود سے گریز کرنا ہے۔ ایسا طرزِ عمل، ایسی معیشت جو سرمایہ پرستی کی، حرام کی، خدا سے بغاوت کی، استحصال، لوٹ کھسوٹ کی ہو تو اس سے بچا جائے۔ اور دولت کا ایسا استعمال جو انسان کو اللہ کی یاد سے غافل کردے، اس سے دور رہا جائے۔ اس کے برعکس وہ دولت جو اللہ کے قرب کا ذریعہ بن جائے، محتاجی سے نکلنے، خوش حالی، فراوانی اور آسودگی کا ذریعہ بن جائے، وہ اللہ کو مطلوب اور پسندیدہ ہے۔ اس سوچ کا اطلاق اِنفرادی اور اجتماعی دونوں دائروں میں ہوگا۔

مولانا قاضی محمد یوسف ، حسن ابدال

اُم المؤمنین حضرت سودہ بنتِ زمعہ عامریہ قرشیہ رضی اللہ عنہا

حضرت سودہ بنت زمعہؓ ابتدائے نبوت میں مشرف بہ اسلام ہوچکی تھیں۔ آپؓ السّابقون الأوّلون (اوّلین مسلمانوں) اور حبشہ ومدینہ منورہ کی طرف ہجرت کرنے والوں میں سے ہیں۔ حضرت سودہؓ قبیلہ عامر بن لوئی سے تھیں جس کا سلسلہ مدینہ منورہ کے خاندانِ بنونجّار سے جا ملتا ہے۔ حضرت خدیجہؓ کی وفات کے بعد سب سے پہلے حضرت عائشہؓ آپ ﷺ کے نکاح میں آئیں، جب کہ آپؐ کے ساتھ رُخصتی سب سے پہلے حضرت سودہؓ کی عمل میں آئی۔

حضرت سودہؓ بلند قامت اور فربہ اندام تھیں۔ آپؓ بہت خوش اخلاق وخوش مزاجی کی حامل اور مزاج کی تیز تھیں۔ ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن میں آپؓ سے زیادہ کوئی بلند وباوقار نہ تھا۔ آپؓ سے پانچ حدیثیں مروی ہیں، جن میں سے ایک حدیث بخاری شریف میں ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے حضرت عبداللہ بن عباسؓ، حضرت عبداللہ بن زبیرؓ اور حضرت یحییٰ بن عبدالرحمٰنؒ (ابن اسعد بن زرارہ) نے آپؓ سے احادیث روایت کی ہیں۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کے علاوہ کسی عورت کو دیکھ کر مجھے یہ خیال نہیں ہوا کہ اس کے قالب میں میری روح ہوتی۔'' (طبقات، ج:8،ص:83) حضرت سودہؓ اطاعت اور فرماں برداری میں تمام ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن سے ممتاز تھیں۔ آپؓ حضورؐ کی محبت میں رضا کارانہ طور پر اپنی باری سے دست بردار ہوگئیں اور اپنی باری حضرت عائشہؓ کو دے دی۔

آپ ﷺ نے حجۃ الوداع کے موقع پر ازواجِ مطہرات کو مخاطب کرکے فرمایا تھا کہ ''میرے بعد گھر میں بیٹھنا''۔ (زرقانی، ج:3،ص:192) چناں چہ سیدہ سودہ رضی اللہ عنہا نے اس حکم پر اس شدت سے عمل کیا کہ پھر کبھی حج کے لیے بھی گھر سے نہ نکلیں۔ آپؓ فرماتی تھیں کہ: میں حج اور عمرہ دونوں کرچکی ہوں اور اب اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق گھر میں بیٹھوں گی۔ (طبقات) سخاوت اور فیاضی بھی حضرت سودہؓ کا ایک نمایاں مقام تھا اور آپؓ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے علاوہ اس وصف میں سب سے ممتاز تھیں۔ حضرت سودہؓ دست کاری جانتی تھیں اور طائف کی کھالیں بناتی تھیں۔ اس سے جو آمدنی ہوتی، وہ سب راہِ خدا میں مستحقین پر خرچ کردیتیں۔ ایک دفعہ سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ نے آپؓ کی خدمت میں ایک تھیلی بھیجی۔ آپؓ نے لانے والے سے پوچھا کہ اس میں کیا ہے؟ اس نے کہا: درہم۔ آپؓ نے فرمایا: ''کھجور کی طرح تھیلی میں درہم بھیجے جاتے ہیں؟!'' یہ کہہ کر اسی وقت وہ درہم سب میں تقسیم کردیے۔ (اصابہ، ج:9،ص:9،ص:118)

حضرت سودہؓ کا انتقال حضرت عمرؓ کی خلافت کے آخری زمانہ میں ۲۲ ہجری میں ہوا۔ آپؓ کی قبر مدینہ طیبہ میں جنت البقیع میں بنائی گئی۔

www.rahimia.org

عادلانہ معاشی نظام کے لیے شعوری جدوجہد کی اہمیت

سالِ رواں کے دوسرے مہینے میں آج کے دن تک ہمارے ملک کے حالات کی خرابیٔ بسیار روزافزوں ہے۔ سیاسی حالات کے عدمِ استحکام کے سبب بالعموم اور ملکی نظام کی گراوٹ کی حد تک پہنچی ہوئی فرسودگی کی وجہ سے بالخصوص معیشت کی سنگین حالت‘ ملک کو دیوالیہ ہونے کے دہانے پر لے آئی ہے۔

مہنگائی کے لامتناہی سلسلے نے غریب تو غریب، متوسط طبقے کی زندگی کو بھی اجیرن بنا کے رکھ دیا ہے۔ پاکستان کے معاشی حالات جس سمت جارہے ہیں، اس میں مٹھی بھر امیر ترین کے ساتھ غریب ترین طبقے کا ایک اُمنڈتا ہوا اَنبوہ اس بات کی نشان دہی کررہا ہے کہ ایسا متوسط طبقہ جو کسی بھی معاشرے میں سیاسی استحکام اور معاشی ترقی کا ایک مؤثر ذریعہ سمجھا جاتا ہے، اب اس کا وجود معدوم ہوتا جارہا ہے۔ حال آں کہ معاشرے کی ترقی کے لیے ایسے باشعور متوسط طبقے کا ہونا ناگزیر تصور کیا جاتا ہے، جو معاشروں میں موجود امیر اور غریب طبقوں میں بڑھتی ہوئی خلیج کو اپنی سیاسی و انقلابی جدوجہد اور صحت مند ثقافتی و سماجی سرگرمیوں کے ذریعے پاٹ کر سماج کے تانے بانے میں ہم آہنگی کو برقرار رکھے۔ یہ حقیقت ہے کہ روزگار، تعلیم و علاج جیسے بنیادی حقوق میں برابری اور مساوات کے نظام کے لیے ایسے طبقے کی سیاسی اور انقلابی جدوجہد، معاشرے کو کسی بھی قسم کی انارکی، منتقم مزاجی اور غیرضروری طبقاتی تصادُم پر مبنی کسی بھی فکری انتہا پسندی اور سماجی بداَمنی سے باز رکھتی ہے۔

آج دنیا کے جن معاشروں میں ایک مضبوط، باشعور اور انسان دوست طبقہ سرگرمِ عمل ہے، وہاں انسانی حقوق اور انسانی اَقدار کی مجموعی صورتِ حال بہتر ہے۔ اگر کسی معاشرے میں عدل پر مبنی نظام ہو تو وہاں ایک مضبوط متوسط طبقہ وسیع پیمانے پر اُبھرتا ہے۔ کیوں کہ ایسے نظام میں کاروبار کے لیے سازگار ماحول، تعلیم اور مالی وسائل تک رسائی اور ایک مضبوط سماجی تحفظ کا میکنزم وجود میں آجاتا ہے، جس میں حد سے زیادہ امارت کی تحدید اور خطِ غربت سے نیچے کے لوگوں کی ترقی سے درمیانی معیشت کے حامل طبقے نمو پانا شروع کردیتے ہیں۔ جب کہ اس کے علی الرغم ایک ظالم نظام‘ جس کی آج کے دور میں واضح شکل سرمایہ دارانہ نظام ہے، جو آمدنی میں عدمِ مساوات کو بڑھانے کا باعث بنا ہوا ہے اور معاشی نمو کے فوائد کو وسیع پیمانے پر تقسیم کرنے کے بجائے ایک مخصوص طبقے میں منحصر کررہا ہے۔ اس کے نتیجے میں متوسط طبقہ خطِ غربت کی طرف مسلسل لُڑھکتا جارہا ہے اور پاکستان اس کی ایک واضح بُری مثال بن کر سامنے آرہا ہے۔

امام شاہ ولی اللہ دہلویؒ نے اپنے آفاقی اور عالم گیر نظریات میں معاشرے میں انتہا کو چھوتی ہوئی غربت، وسائل پر محدود اور مخصوص طبقوں کی اجارہ داری کے خطرناک نتائج سے آگاہ کیا ہے۔ اور نہ صرف یہ، بلکہ وہ معاشرے میں ایسی غربت اور وسائل پر قابض طبقوں کے خلاف اسلام کے نظریۂ عدل کے تحت عادلانہ معاشی نظام کا سماجی شعور دیتے ہیں۔ اس کی بنیاد پر باشعور طبقے کو ان حالات کے خلاف جدوجہد پر بھی اُبھارتے ہیں۔ اس کے لیے ان کا سماجی زندگی میں ’’رفاہیتِ متوسطہ‘‘ (کل معاشرے کی تمام ضروریات کی تکمیل کا متوازن نظام) کا تصور ہمارے سامنے ایک بہتر اور ترقی یافتہ وژن کو اُجاگر کرتا ہے۔ چناں چہ وہ تعیش پسند استحصالی معیشت (رفاہیتِ بالغہ) اور انسانی اقدار کو پامال کرنے والی غربت (رفاہیتِ ناقصہ) کے دونوں درجات کو معاشرے کے لیے زہرِ قاتل قرار دیتے ہیں۔ اسی تناظر میں وہ تاریخِ اسلام کے ابتدائی دور کو، جس میں انسانی تاریخ کی سب سے اعلیٰ اور عدل پر مبنی متوسط معاشرے کی بنیاد رکھی گئی، ’’خَیرُ القُرون‘‘ (بہترین دور) قرار دیتے ہیں۔

مولانا عبیداللہ سندھیؒ قومی شعور رکھنے والے متوسط معیشت کے حامل طبقے کو سوسائٹی میں عوامی انقلاب کا ہراوَل دستہ سمجھتے ہیں اور اس طبقے سے اُبھرنے والی انقلابی جدوجہد کو اُس اَتھل پتھل کے مقابلے میں زیادہ پائیدار سمجھتے ہیں، جو کسی منتقم مزاجی اور اَنارکی کی سوچ سے جنم لے۔ چناں چہ وہ فرماتے ہیں کہ: ’’ہم اپنے کسانوں کے حقوق سے کسی بھی طور دست بردار نہیں ہوسکتے، لیکن ہم اپنے کسانوں کو زمین داروں سے لڑوانا نہیں چاہتے‘‘۔ (خطبات و مقالات) آج ہمارے ملک کا سیاسی پارہ انتہائی بلند سطح کو چھو رہا ہے اور معاشی نمو زمین دوز ہوچکی ہے۔ ایسے میں نوجوانوں کے جذبات اس لحاظ سے قابلِ قدر ہیں کہ وہ اپنے معاشرے کو زوال سے نکالنے کے لیے اپنے سینے میں جو دردِ دل محسوس کرتے ہیں، اسے وہ زبان پر لاکر اپنے غیظ و غضب کا اظہار کررہے ہیں۔

پاکستان کی حساس نوجوان قوت میں اس امر کا شعوری ادراک پیدا کرنا قومی بقا کے لیے لازم ہوچکا ہے کہ ہمارے ہاں غربت، عدمِ مساوات، معاشی بدحالی، سیاسی انتشار اور سماجی تقسیم کی پالیسیوں کے اصل خالق نظام کی ڈوریں ہلانے کا سلسلہ براہِ راست غلامی سے جدید استعماری محکومیت تک پھیلا ہوا ہے۔ یہ ایک نہایت اہم اور سلگتا ہوا سوال ہے کہ کیا بنیادی انسانی ضروریات کی فراہمی، سماجی تحفظ، تعلیم، سیاسی نمائندگی اور مساوی معاشی ترقی کے وسائل اس نظام سے گلوخلاصی کے بغیر قوم کو مہیا کیے جانے ممکن ہیں؟ اور کیا موجودہ طاقت کے ڈھانچے کو بدلے بغیر انصاف، مساوات اور پائیدار ترقی کو فروغ دینے والے اداروں اور صحت بخش قومی پالیسیوں کو بنایا اور چلایا جاسکتا ہے؟

لہٰذا اہم تبدیلیٔ حالات کے لیے بے چین نوجوانوں کو امام شاہ ولی اللہ دہلویؒ اور مولانا عبیداللہ سندھیؒ کے تبدیلی اور انقلاب کے اس جامع دینی نظامِ فکر کے مطالعے کی دعوت دیتے ہیں، جو کسی جان لیوا تشدد اور قومی اَملاک کو تباہ کیے بغیر معاشرے کی ترقی کا ایک جامع، جدید ترین اور سائنٹفک قومی تعمیر و تشکیل کا پروگرام رکھتا ہے۔ یقیناً اس کے لیے شعوری سنجیدگی، جذبات میں ٹھہراؤ، طبیعت میں استقلال، اَخلاق کی بلندی، توانا نظم وضبط اور مسلسل عملی جدوجہد لازمی تقاضے ہیں۔ (مدیر)

www.rahimia.org

افکارِ شاہ ولی اللہؒ

مترجم: مفتی عبدالخالق آزاد رائے پوری

مسنون اذکار پڑھنے کے اوقات

امام شاہ ولی اللہ دہلویؒ ''حُجّةُ اللّٰہِ البالِغة'' میں فرماتے ہیں:

(ذکر اذکار کے لیے اوقات کی اہمیت)

''جاننا چاہیے کہ اس بات کی بڑی ضرورت ہے کہ ذکر اذکار کے لیے اوقات مقرر کیے جائیں، البتہ ان میں شریعت کے فرائض کی ادائیگی کے مقرر اوقات سے زیادہ لچک اور آسانی ہونی چاہیے۔ اس لیے کہ اگر ذکر اذکار کے اوقات مقرر نہ کیے جائیں تو آرام طلب آدمی سستی کر جاتا ہے۔ ہم پیچھے صراحت کے ساتھ یا اشاروں کی صورت (چھٹے مبحث کے آٹھویں باب) میں بیان کر کے آئے ہیں کہ (اُمت کی سیاست اُس وقت تک مکمل نہیں ہوتی، جب تک اُن کے کام کرنے کے اوقات متعین نہ کیے جائیں)، پھر

(الف) یا تو مخصوص اوقات کی وجہ سے کوئی کام کیا جاتا ہے،

(ب) یا مخصوص سبب سے کوئی کام کیا جاتا ہے۔

(مخصوص اوقات میں ذکر کرنے کی صورتیں)

(1) مخصوص اوقات میں اذکار کرنے کی صورتیں درجِ ذیل ہیں:

(الف) یا تو اُن اوقات میں کرۂ ارض پر روحانیات نازل ہوتی ہیں، جیسے صبح کا سہانا وقت اور شام کا وقت۔

(ب) یا وہ ایسا وقت ہوتا ہے کہ جس میں انسان کا نفس پست اور بُری عادتوں سے بالکل خالی ہوتا ہے، جیسا کہ نیند سے جاگنے کے بعد کی حالت۔

(ج) یا وہ ایسا وقت ہوتا ہے کہ انسان اپنے معاشی کام کاج اور ارتفاقات اور دنیاوی باتوں سے فارغ ہوتا ہے۔

(2) کسی مخصوص سبب سے اذکار کرنے کی صورتیں درجِ ذیل ہیں:

(الف) کوئی ایسا سبب ہے، جس کی وجہ سے انسان ذکر اللہ کو بھول جایا کرتا ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کی جناب کی طرف متوجہ نہیں ہوتا۔ ایسی صورت میں لازمی ہے کہ اُس کا علاج اللہ کے ذکر سے کیا جائے، تاکہ اُس کی غفلت کے زہر کا تریاق بن جائے اور انسانی نفس میں جو خلل پیدا ہوا ہے، وہ دور ہو جائے۔

(ب) یا ایسی عبادت ہے کہ اُس کا پورا نفع نہیں ہو رہا اور اُس سے کمال درجے کا فائدہ اُس وقت تک حاصل نہیں ہوتا، جب تک کہ اُس کے ساتھ ذکر اللہ کو شامل نہ کیا جائے، جیسا کہ نمازوں کے دوران مسنون اذکار پڑھنا۔

(ج) یا انسان پر ایسی حالت طاری ہو کہ جس میں انسانی نفس اللہ کا خوف اور ڈر ملاحظہ کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی سلطنت اور حکومت کی عظمت اپنے اندر محسوس کرتا ہے۔ پس ایسی کیفیت - شعوری یا غیر شعوری طور پر - اُس کو خیر کے کاموں کی طرف لے جاتی ہے، جیسا کہ تیز ہواؤں کے جھکڑ چلنے، آندھی اور سورج گرہن کے اوقات میں انسان گھبرا کر ذکر و اذکار میں مشغول ہوتا ہے۔

(د) یا ایسی حالت ہو کہ جس میں انسان کو کسی نقصان کا ڈر اور اندیشہ ہو۔ ایسی صورت میں وہ لازمی سمجھتا ہے کہ وہ اللہ سے اس کا فضل مانگے اور اُس کام کو شروع کرتے وقت اللہ کی پناہ میں آئے، جیسے کسی سفر کا آغاز اور سواری وغیرہ پر سوار ہونا۔

(ھ) یا ایسی حالت ہو کہ جاہلیت کے زمانے کے لوگ اُس موقع پر جھاڑ پھونک کرتے تھے اُن اعتقادات کی وجہ سے جو اللہ کے ساتھ شرک کی طرف لے جانے والی تھیں، یا کسی نحوست وغیرہ کے موقع پر۔ جیسا کہ وہ جنات سے پناہ مانگتے تھے (تو ایسے مواقع پر اللہ کا ذکر اذکار کر کے اس کی پناہ میں آنا)۔

(3) یا نئے چاند کے طلوع ہونے کے وقت میں اللہ سے خیر و برکت کی دعا مانگنا۔

(مخصوص اوقات میں ذکر اذکار کے فضائل اور اثرات)

نبی اکرم ﷺ نے ان اذکار میں سے بعض کے فضائل اور دنیا اور آخرت میں ان کے اثرات بیان فرمائے ہیں، تاکہ لوگوں کو ان اذکار کا پورا فائدہ ہو اور اُن کے پڑھنے کی ترغیب ہو۔ اس سلسلے میں عمدہ ترین اُمور درجِ ذیل ہیں:

(1) ان میں سے ایک یہ ہے کہ ذکر تہذیبِ نفس کا ذریعہ بنتا ہے۔ تو آپ ﷺ نے تہذیبِ نفس کے حوالے سے جو اثرات ظاہر ہوتے ہیں، انھیں بیان فرمایا۔ مثلاً بعض اذکار کے بارے میں فرمایا کہ:

(الف) ''جس نے یہ ذکر کیا اور وہ فوت ہو گیا تو اس کی وفات فطرتِ سلیمہ پر ہوئی''۔

(ب) یا یہ فرمایا کہ: ''وہ جنت میں داخل ہوا''۔

(ج) یا یہ فرمایا کہ: ''اللہ تعالیٰ اُسے معاف کر دے گا''۔ یا اسی طرح کے جملے آپ ﷺ نے فرمائے۔

(2) یا یہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ: ''اس ذکر اذکار کرنے والے آدمی کو کوئی چیز نقصان نہیں پہنچاتی''۔ یا یہ فرمایا کہ: ''وہ ذکر کی وجہ سے ہر تکلیف سے محفوظ رہے گا''۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ جب رحمتِ الٰہیہ انسان کے شاملِ حال ہو جاتی ہے اور فرشتوں کی دعائیں اُسے گھیر لیتی ہیں تو وہ محفوظ ہو جاتا ہے۔

(3) کسی ذکر کے بارے میں آپؐ نے یہ فرمایا کہ: ''اس سے گناہ مٹ جاتے ہیں اور نیکیاں لکھ دی جاتی ہیں''۔ اور اس کی وجہ یہ ہے، جیسا کہ ہم نے پہلے ذکر کیا کہ جب انسان اللہ کی طرف توجہ کرتا ہے اور اللہ کی رحمت کے پردے کے اندر لپٹ جاتا ہے تو اُس کے گناہ دور ہو جاتے ہیں اور اس کی روح کی ملکیت پھیل جاتی ہے۔

(4) یا یہ فرمایا کہ: ''اس ذکر کرنے سے شیطان اُس سے دور بھاگ جاتا ہے''۔ اس کا راز بھی یہی بات ہے، جو ابھی ہم نے بیان کی۔

(باب الاذکار و ما یتعلق بھا)

www.rahimia.org

علامہ ابنِ خلدونؒ: بانیٔ عُمرانیات

علامہ ابنِ خلدون وہ پہلے شخص ہیں، جنھوں نے فنِ عمرانیات (sociology) کے باقاعدہ اُصول وضوابط وضع کیے۔ انھوں نے خاندان، معاشرہ، ریاست، حکومت اور اس کے تشکیلی عناصر، معاشرے کے تحفظ کے اسباب اور وہ اُمور جن سے معاشرہ تباہ و برباد ہوتا ہے، ان سب کو انھوں نے اپنے تجزیوں کا موضوع بنایا ہے۔ ابنِ خلدون سے قبل ان موضوعات پر منضبط انداز سے کسی نے بحث نہیں کی، اگرچہ بعض فلاسفہ نے جزوی طور پر ان اُمور پر گفتگو کی ہے۔

یونانی فلاسفہ کے دور میں علوم وفنون کی ترتیب و تدوین اور جداگانہ امتیازات اور تخصُّص کا رواج نہیں ہوا تھا، اس لیے غور وفکر کے گوشوں میں اس قدر وسعت پیدا نہ ہوسکی۔ مثلاً یونانی فلاسفہ کے فکر میں یہ سُقم ہے کہ وہ معاشرے کو مستقل ادارے کی حیثیت سے نہیں دیکھتے، بلکہ ان کے ہاں ریاست ہی اصل ہے۔ تمام مسائل کو ریاست کے تحت حل ہونا چاہیے اور سیاسی نقطہ نظر سے ان پر غور ہونا چاہیے، لیکن ابنِ خلدون نے عمرانیات کے تحت آنے والے تمام اُمور پر گفتگو کی ہے۔ ابن خلدون نے یہ تجزیہ کیا ہے کہ معاشرہ کیونکر معرض وجود میں آتا ہے؟ اور کس طرح ریاست کی صورت بنتی ہے؟ وہ کہتے ہیں کہ معاشرے کے وجود میں آنے کے دو بنیادی اسباب ہیں، جن کی وجہ سے افراد ایک دوسرے کے ساتھ وابستہ ہوتے ہیں۔ ایک انسانی فطرت ہے، جو اسے مل جل کر رہنے پر مجبور کرتی ہے۔ جس کو حکما نے ایک خوب صورت جملے میں بیان کیا ہے کہ: ''انسان مدنی الطبع ہے''۔ اس لیے کہ انسانی ضروریات اس طرح کی ہیں کہ اکیلا انسان ان کو پورا نہیں کرسکتا۔ ایک لقمہ کھانے کے لیے کتنے انسانوں کا محتاج ہے۔ اس لیے فطری طور پر انسان تنہائی اور اکیلے پن کی زندگی بسر نہیں کرسکتا۔ ابنِ خلدون کا اس پسِ منظر میں ایک خوب صورت جملہ ہے کہ: ''انفرادی زندگی اصل میں حیوانات کا خاصہ ہے''۔

معاشرے اور تمدن کی دوسری بنیاد دفاعی ضروریات ہیں۔ حیوانات تو اپنا دفاع خود کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو کھال، سینگ، ناخن اور ڈنک وغیرہ ایسے اعضا اور دفاعی آلات عطا فرمائے ہیں کہ وہ اپنے دشمن جانوروں اور درندوں سے اپنا بچاؤ کرتے ہیں، لیکن انسان اس طرح کے اعضا سے محروم ہے۔ لہٰذا اس کو دشمن سے بچاؤ کے لیے ایسی اجتماعیت اور گروہیت کی ضرورت ہے کہ وہ دشمنی پر مبنی اس طرح کے حالات میں اس کا بچاؤ کرسکیں اور ایک دوسرے کی مدد کرکے اپنا دفاع کرسکیں۔ معاشرہ جب اس مرحلے پر پہنچتا ہے تو آپس میں اختلافات ونزاعات کے پیدا ہونے کا امکان پیدا ہوجاتا ہے۔ ان اختلافات کو نمٹانے کے لیے حکومت و ریاست کی ضرورت محسوس ہوتی ہے، تاکہ افراد کے ایک دوسرے پر ظلم وزیادتی کو روکا جاسکے اور عدل وانصاف کے نظام کو قائم کیا جاسکے۔ ابنِ خلدون نے انسان کی اس دفاعی ضرورت کو بھی فطری قرار دیا ہے۔

(بقیہ صفحہ 11 پر)

محمد کاشف شریف ، اسلام آباد

پاکستان اب ایسے نہیں چلے گا

پاکستان کی 75 سالہ تاریخ کے دوران تمام تر اُتار چڑھاؤ کے ساتھ بالآخر اب ہم دیوالیہ قرار پانے کے قریب تر ہیں۔ ایسے میں پاکستان کا ممکنہ معاشی مستقبل کا موضوع عمومی تبادلۂ خیال کا محور بن چکا ہے۔ اور ہم پاکستانیوں کے تو کیا کہنے، گپ شپ میں تو ہم بڑی بڑی تبدیلیوں پر بات کرلیتے ہیں اور ہمارے پاس گویا ہر مسئلے کا حل موجود ہوتا ہے، لیکن زمینی حقائق ہمیشہ ہمارے دائرۂ تصورات سے کوسوں دور ہی رہتے ہیں۔ چناں چہ کہا جاتا ہے کہ پاکستان خطے کی اہم ترین اکائی ہے اور یہی اہمیت سب کو مجبور کرے گی کہ اسے دیوالیہ ہونے سے بچایا جائے۔ ممکن ہے کہ ایسا ہی ہو، لیکن یہ بات طے ہے کہ مستقبل میں پاکستان ایسے نہیں چلایا جائے گا' جیسے اب تک چل رہا تھا۔ کیوں کہ بھارت کی اُبھرتی ہوئی طاقت اور اس کی جنوبی ایشیا میں بالادست حیثیت اور ہر دوسری قابلِ ذکر عالمی قوت کی بھارت سے دوستی اور تجارت کی خواہش دراصل پاکستان کو بڑی تیزی سے بھارتی مرکز کے زیراثر لے کر جارہی ہے۔ اور ممکن ہے کہ ہمارے محل وقوع کا فائدہ جلد ہی ہمارا ہمسایہ اٹھائے اور ہم معاشی مشکلات کے میدان میں دوڑتے رہیں۔ صورتِ حال یہ ہے کہ جنیوا میں پاکستانی سیلاب زدگان کے لیے امداد کی خاطر منعقدہ کانفرنس میں قریباً 90 فی صد قرض ہے، جو 8.7 ارب ڈالر بنتا ہے۔ یہ رقم تدریجاً تین سے چار سالوں میں پاکستانی معیشت میں آئے گی اور اسے پاکستان میں پہلے سے موجود عالمی این جی اوز کے ذریعے متأثرہ علاقوں تک پہنچایا جائے گا۔ گویا پاکستان کی فوری ضرورت اس رقم سے پوری نہیں ہوگی، جو یاد رہے جون 2023ء تک 26 ارب ڈالر ہے۔ اس پر طُرّہ یہ کہ اس تمام رقم کے لیے آئی ایم ایف سے کیے گئے معاہدے پر عمل درآمد لازمی قرار دیا گیا ہے۔ اس معاہدے کے تحت حکومت کو 850 ارب روپے کے نئے ٹیکس لگانے ہوں گے۔ ڈالر کو اس کی اصل قیمت یعنی 300 روپے کے لگ بھگ پر لے کر جانا ہوگا۔ شرح سود کو بڑھایا جائے گا اور تجارتی خسارے کو اپنی برآمدات کے قریب ترلانا ہوگا۔ گویا مہنگائی اور بے روزگاری میں کم ازکم ایک سال تک مستقل اضافہ کے ہیں۔

ہمارے اکثر ماہرین کا یہ ماننا ہے کہ حکومت بالآخر آئی ایم ایف کی شرائط پر عمل کرلے گی، لیکن اس کے بعد کیا ہوگا؟ ایسے میں مثال دی جاتی ہے کہ دنیا کے کئی ممالک پاکستان جیسے حالات سے گزر چکے ہیں اور خاص طور پر ارجنٹینا کی مثال دی جاتی ہے کہ یہ ملک حالیہ نصف صدی میں چھ بار دیوالیہ ہوچکا ہے۔ اسی طرح برازیل تین دفعہ اور لاطینی امریکا کے تمام ممالک کم ازکم ایک دفعہ دیوالیہ ہوچکے ہیں۔ اس لیے ہمیں زیادہ فکر نہیں کرنی چاہیے۔ کیوں کہ یہ ان میں ارجنٹینا، چلی اور برازیل کئی دفعہ ایسی تباہی سے گزرے ہیں اور پھر آئی ایم ایف سے قرض لے کر آگے بڑھتے ہیں۔

(بقیہ صفحہ 11 پر)

www.rahimia.org

مرزا محمد رمضان، راولپنڈی

یوریشائی طاقتوں کے رابطے کے اثرات

(روسی صدر ولادی میر پیوٹن اور چینی صدر شی جن پنگ کے درمیان ٹیلی فونک رابطہ)

دنیا میں تعلقات کو مضبوط، مستحکم، طاقت ور اور مؤثر بنانے میں رابطہ اہم اور مرکزی کردار ادا کرتا ہے۔ رابطے سے ہی روابط مضبوط ہوتے ہیں۔ معلومات کا تبادلہ ہوتا ہے۔ ایک دوسرے کے حالات و واقعات سے آگہی حاصل ہوتی ہے۔ مطلوبہ مقاصد حاصل کرنے کے لیے بروقت معلومات کا تبادلہ کامیابی کی ضمانت فراہم کرتا ہے۔ آج کے عہد میں اس سلسلے میں بجلی جیسا تیز طرار سوشل میڈیا کردار ادا کر رہا ہے۔ آج اسی میڈیا کے مؤثر رابطے کے باعث حکومتوں کے عوام مخالف اقدامات نمایاں ہوتے جا رہے ہیں۔ معلومات کے اسی تبادلے کے باعث دشمن کے عزائم بے نقاب ہو جاتے ہیں، جس سے ان کی شدت غیر مؤثر ہو رہی ہے۔

روسی صدر ولادی میر پیوٹن اور چینی صدر شی جن پنگ کے مابین 30/ دسمبر 2022ء بروز جمعہ کو دوپہر کے بعد رابطہ ہوا۔ (انڈین چینل ویئن (wion) یہ رابطہ ان حالات میں بہت زیادہ اہمیت کا حامل ہے، جب کہ جیو پولیٹیکل حالات بڑی تیزی سے تبدیل ہو رہے ہیں۔ دونوں ملکوں کے مابین تعلقات کی مضبوطی، عالمی حالات میں استحکام کا عندیہ ہے۔ دونوں کے تعلقات بڑے ہی پُر وقار انداز سے آگے بڑھ رہے ہیں۔ تعلقات کی مضبوطی، اعتماد، عزت اور احترام کے فروغ پانے سے متحرک دنیا استحکام کی طرف پیش رفت کر رہی ہے۔ تاریخی تناظر میں جائزہ لینے سے عیاں ہوتا ہے کہ بڑی طاقتوں کے باہمی معیاری تعلقات' دنیا میں پائیدار امن کے قیام کے لیے ناگزیر ہوتے ہیں۔

پیوٹن نے اگلے سال چینی صدر کو ماسکو کے دورے کی دعوت دی ہے۔ بیجنگ نے روس کے ساتھ یوکرین جنگ کے باوجود کریملن کے ساتھ تعلقات برقرار رکھے ہوئے ہیں۔ چین کا مؤقف ہے کہ یورپ نے روس کے لیے یوکرین پر حملہ کرنے کے حالات پیدا کیے ہیں۔ روس پر اقتصادی پابندیاں عائد کی گئیں۔ امریکا نے چین کے گرد جنگی ماحول پیدا کر کے خطے میں عدمِ استحکام پیدا کرنے کی کوشش کی ہے۔

اس دوران روس نے چین کے ساتھ عسکری تعلقات مضبوط بنائے رکھے۔ ٹیلی فون کے دوران پیوٹن نے چین کے ساتھ عسکری تعلقات میں استحکام کا اعادہ کیا۔ پیوٹن نے کہا کہ ہمارے تعلقات عسکری پہلوؤں کا احاطہ کیے ہوئے ہیں، جس میں ہر قسم کے تکنیکی فوجی پہلوؤں کا فروغ اور دفاعی تحقیق شامل ہے۔ اس میں اپنے اپنے ملکوں کا اندرونی دفاع اور تحفظات کے ساتھ ساتھ علاقائی امن و استحکام بھی شامل ہیں۔ دونوں ملکوں کے مابین یوکرین جنگ کے دوران تجارت میں غیر معمولی اضافہ ہوا ہے۔ اس کے علاوہ سرمایہ کاری کی ہیئت بھی مضبوط ہوئی ہے۔ کھیلوں کے تبادلے کو فروغ حاصل ہوا ہے۔ سلامتی کونسل میں اپنی سیٹ کو قانونی طریقے سے برقرار رکھنے پر پیوٹن نے شی جن پنگ کو 50ویں سالگرہ پر مبارک باد پیش کی ہے۔

سی این این کے مطابق ایسے حالات جب کہ مغرب کی طرف سے یوکرین پر حملے کے باعث روس پر ''غیر معمولی دباؤ'' نے اسے تنہائی کا شکار بنا رکھا ہے، چینی صدر کے ساتھ فون پر رابطہ اور عالمی حالات میں دونوں میں ہم آہنگی پائی جانا' غیر معمولی اہمیت کا حامل ہے۔ اقوامِ عالم کے لیے ایک اہم پیغام ہے۔ روسی صدر نے دونوں ملکوں کے تعلقات کو ''تاریخ کے بہترین'' تعلقات قرار دیا ہے، جو آزمائش کی ہر گھڑی میں پورے اترے ہیں۔ (سی این این ورلڈ نیوز 30/ دسمبر 2022ء)

جاپان کے اخبار نے پیوٹن اور شی جن پنگ کے رابطے کو ''دوبارہ ملاقات کو دو طاقت ور انسانوں کے کمزور لمحات'' سے تعبیر کیا ہے۔ اخبار لکھتا ہے کہ پیوٹن کی فون کال کے معنی اکیسویں صدی میں روس اور چین کے تعلقات کے معیاری ہونے کی یقین دہانی ہے۔ اخبار کا مزید کہنا تھا کہ 2023ء کے موسمِ بہار میں کریملن کے دورے کی دعوت حقیقت میں یقین دہانی ہے کہ دونوں بڑی طاقتیں مل کر آنے والے حالات پر قابو پانے کی اہلیت رکھتی ہیں۔ (دی جاپان ٹائمز، 31/ دسمبر 2022ء) چین کے نشریاتی ادارے کے مطابق چین اور روس بین الاقوامی معاملات میں ہم آہنگ اور تعاون کو بڑھانا چاہتے ہیں۔ انھوں نے روس پر زور دیا کہ وہ یوکرین کے تنازعے پر مذاکرات کے لیے رضامندی ظاہر کریں۔ (سی سی ٹی وی، 31/ دسمبر 2022ء) ماسکو کی جانب سے امریکا، یورپی یونین کے اراکین، برطانیہ اور جاپان سمیت دیگر مغربی ملکوں پر اپنے انحصار کو ختم کرنے کے اقدامات کے بعد روسی وزارتِ خارجہ نے نیشنل ہیلتھ فنڈ میں چینی کرنسی یوآن کا حصہ دگنا کر کے 60 فی صد کر دیا ہے۔ (ڈان نیوز، 31 دسمبر 2022)

دونوں ملکوں کے درمیان بیک چینل خفیہ رابطوں کے بعد بظاہر یہ رابطہ چند منٹوں کا تھا، لیکن اس کے دوررَس اثرات دنیا بھر میں مرتب ہونے جا رہے ہیں۔ یوکرین جنگ کے بارے میں چین نے روسی مؤقف کی حمایت کا ہی اعادہ کیا ہے۔ یورپ اور امریکا کو جنگ کا ذمہ دار قرار دیا ہے۔ یورپی میڈیا کی کوشش ہے کہ وہ یہ تأثر چھوڑے کہ یوکرین جنگ کے باعث روس دنیا میں تنہائی کا شکار ہو گیا ہے۔ حال آں کہ حالات برعکس ہیں، کیوں کہ دنیا کی آبادی کا ایک بڑا حصہ چین، انڈیا اور ایشیا میں آباد ہے۔ اس کے علاوہ برکس (BRICS) اور ایس سی او (SCO) ممالک کی تعداد میں بہ دستور اضافہ ہو رہا ہے۔ ایشیا، یورپ اور افریقا کے ممالک مذکورہ فورمز کا حصہ بنتے جا رہے ہیں۔ اس لیے روس کا تنہائی کا شکار ہونا محض ہوائی دعویٰ ہے، جس کا زمینی حقائق سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ اس کے علاوہ امریکی پابندیوں کے باعث مقامی کرنسیوں کی تجارت کو فروغ حاصل ہوا ہے۔ دوسری طرف روس نے امریکی سینٹ کی چیئرپرسن نینسی پیلوسی کے دورۂ تائیوان کو چین کی خود مختاری کے خلاف اقدام قرار دیا ہے، جس سے خطے میں عدمِ استحکام پیدا ہوا ہے۔

(بقیہ صفحہ 11 پر)

www.rahimia.org

خطبات و بیانات

رپورٹ: سیّد نفیس مبارک ہمدانی، لاہور

معاشرے کی مجموعی زندگی کا راز

13/ جنوری 2023ء کو حضرت اقدس مفتی عبدالخالق آزاد رائے پوری مدظلہٗ نے ادارہ رحیمیہ لاہور خطبہ جمعۃ المبارک ارشاد فرماتے ہوئے فرمایا:

''معزز دوستو! اللہ تبارک و تعالیٰ انسانیت کو دنیا اور آخرت میں کامیاب دیکھنا چاہتے ہیں۔ انسانی کامیابی کے لیے اللہ نے ایک مکمل دین، دینِ اسلام نبی اکرم ﷺ کے واسطے سے ہماری طرف بھیجا ہے۔ اللہ کے ہاں سب سے بہترین نظام اور دین ٗ اسلام ہے۔ اس میں انسانی زندگی کے تمام شعبوں کے حوالے سے ایسی رہنمائی موجود ہے، جس کی اَساس پر انسانیت دنیا اور آخرت میں کامیاب ہوسکتی ہے۔

کرۂ ارض میں انسانیت کے زندگی بسر کرنے میں افراد کی انفرادی حیثیت کے ساتھ ساتھ ان کی اجتماعی اور جماعتی حیثیت بڑی بنیادی اہمیت رکھتی ہے۔ انسان ایک زندہ معاشرے میں صحیح طور پر زندگی بسر کرسکتا ہے، معاشرہ مردہ ہو تو فرد بھی مردہ ہو جاتا ہے، اسی لیے اُس معاشرے میں جہاں انسان قتل ہوتے ہوں، قرآن حکیم نے کہا ہے کہ وہاں زندگی بھی ختم ہو جاتی ہے: ''جس نے ایک انسان کو قتل کیا اس نے گویا کہ کل انسانیت کو قتل کیا''۔ گویا کل انسانیت کی بقا اور زندگی اللہ کو اس کرۂ ارض پر مطلوب ہے۔

سوسائٹی کی زندگی مجموعی طور پر تبھی قائم رہے گی کہ جب انسان ان تمام ذمہ داریوں کو پورا کرے، جو اس کے شخصی خواص اور ضروریات اور اس کے اجتماعی خواص اور ضروریات کے لیے ناگزیر ہے۔ انہی دو دائروں کو امام شاہ ولی اللہ دہلویؒ مختلف انداز و اسلوب سے باور کراتے ہیں کہ ایک کا تعلق نظامِ شخصیت کی تعمیر و تشکیل سے ہے کہ انسانی نفس کی تہذیب و تزکیہ اور تعمیرِ شخصیت ہو۔ فرد کے داخلی نظام کی درستگی کے لیے دین اسلام نے جتنی تعلیمات بیان کی ہیں شاہ صاحبؒ نے اس کی وضاحت کی ہے۔

انسانی جسم بھی اپنی بقا کے لیے ایک نظام کا محتاج ہے کہ اس کا معدے کا نظام، اس کے گردوں کا نظام، اس کے دل کا نظام، اس کا دماغی سسٹم، اس کے جسم کے تمام اعضا کے جو ذیلی اور ضمنی نظام ہیں، وہ پورے انسانی تشخص کے شخصی نظام کے تابع پورے توازن و اعتدال کے ساتھ جاری ہوں، وہ انسان درست قرار پائے گا، صحت مند ہوگا۔ اعضا درست ہوں گے تو عمل ہوسکے گا۔ انسان کے تمام حرکات و سکنات اور اعمال اس کے داخلی سسٹم کے تابع ہیں۔ ان میں زندگی کی لہر دوڑ رہی ہے اور صحت مندی کی کیفیت ہے تو تمام اعمال صحیح اور درست ہوں گے ورنہ خراب ہو جائیں گے۔

اسی طرح افراد کے مجموعے میں ٗ گھر سے لے کر بین الاقوامی نظام تک جو اجتماعیتیں وجود میں آتی ہیں، اسے شاہ صاحبؒ نے نظامُ المدینہ کہا ہے، یعنی شہری نظام مملکت کا نظام اور بین الاقوامی نظام جسے خلافت کہا جاتا ہے۔ وہ نظام جو افراد کی شیرازہ بندی کرتا ہے، انسانیت کے لیے انتہائی ناگزیر اور ضروری ہے کہ وہ زندہ ہو، مردہ نظام نہ ہو''۔

دینِ اسلام کا محور و مرکز؛ عدل ہے

حضرت آزاد رائے پوری مدظلہٗ نے مزید فرمایا:

''انسانی شخصیت کی تعمیر و تشکیل کے لیے قرآن حکیم نے ایک مکمل نظام بیان فرمایا ہے اور اس کا سربراہ انسان کے ''نفس'' کو قرار دیا ہے کہ: ''اپنے آپ کو اور اپنے گھر والوں کو جہنم کی آگ سے بچاؤ''۔ (66- التحریم: 6) نیز فرمایا: ''کیا تم غور و فکر نہیں کرتے؟'' (47- محمد: 24) اپنے نفسوں پر غور و فکر کرو، سوچو کہ تمھاری جسمانی ریاست کی حفاظت کے لیے تمھارا نفس ذمہ دار ہے۔ حضرت شیخ محی الدین ابن عربیؒ نے نبی اکرم ﷺ کی ایک حدیث نقل فرمائی ہے: ''لکلّ شیءٍ مِلاکٌ و مِلاکُ الدّین العَدْل'' (ہر شے کا ایک مرکز ہوتا ہے، اور دین اسلام کا مرکز عدل ہے)۔ اسی لیے انبیا علیہم السلام کو خاص طور پر عدل کا حکم دیا گیا ہے۔ (57- الحدید: 25) عدل سے مراد تقویٰ ہے، جس کی تشریح شیخ عبدالقادر جیلانیؒ نے قرآن حکیم کی اس آیت سے کی ہے: ''اللہ تعالیٰ تمھیں عدل اور احسان کا حکم دیتا ہے''۔ (16- النحل: 90)

گویا دین کا محور و مرکز عدل ہے۔ جب عدل ہی اصل ہے تو عدل قائم کرنے کے لیے ایک حکومت و وِلایت اور اتھارٹی شرط ہے۔ عدل ایک اتھارٹی سے قائم ہوتا ہے، جسے ''وِلایت'' کہا جاتا ہے، یعنی حکمرانی۔ ہر ولایت میں ایک والی (حکمران) ہوگا اور اس کے ماتحت افراد ہوں گے۔ مملکت ہو، ریاست ہو، یا انسان کے نفس کی اپنی شخصی ریاست ہو، اس کے ہاتھ، اس کے پاؤں، اس کے اعضا، اس کا دل اور دماغ، اس کی آنکھیں، یہ اس نفس کی رعایا ہے اور اس کا مرکز قلب ہے، جس کی اصلاح ضروری ہے، جو پورے جسمانی نظام کو کنٹرول کرتا ہے۔

اسی لیے امام شاہ ولی اللہ دہلویؒ نے فرمایا کہ انسانی جسم کی مثال ایسے ہی ہے جیسے نظام المدینہ ہوتا ہے۔ اس کا جگر، گردے، اس کا دل و دماغ ایک مملکت کے سسٹم کے طور پر کام کرتے ہیں اور اس سسٹم کو کنٹرول کرنے والا اس کا قلب ہے۔ وہ انسانی جسم کی ریاست کا سربراہ یعنی سید نظام المدینہ ہے۔ (البدور البازغہ) دل فیصلہ کرتا ہے، دل اقدامات کرتا ہے، دل غالب ہے اور اپنے فیصلے صحیح کرتا ہے، خواہشات سے بچاتا ہے، اپنے جسم کا غلط استعمال نہیں کرتا، گویا کہ اسے اپنے اعضا پر ولایت حاصل ہے۔

ولایت کے حوالے سے جو کہا جاتا ہے کہ فلاں آدمی بڑا ولی ہے، ولی وہ ہے جو حکمران ہے اور وہ حکمران جو اپنے جسم کے تمام اعضا پر حاکم ہے اور صحیح فیصلہ کرتا ہے۔ اس کے بغیر ولایت نہیں ہوسکتی۔ جسے اپنے نفس اور عقل پر کنٹرول نہ ہو، جو اپنے اعضا پر کنٹرول نہ رکھ سکے، وہ اتھارٹی نہیں رکھتا۔ جب اتھارٹی نہیں رکھتا تو والی کیسا ہے؟ اس لیے وہ انسان جو اپنے نفس پر کنٹرول کر لے، اسے ''ولی'' کہتے ہیں اور اسی کا نام ''ولایت'' ہے۔ ولایت کوئی ہوا میں اڑنے کا نام نہیں ہے۔ اصل میں تو ولایت یہی ہے کہ کم از کم انسان اپنے جسم کے داخلی نظام پر حکمران ہو۔ فرد کے ان شخصی تقاضوں کے حوالے سے قرآن حکیم نے بڑی وضاحت کے ساتھ احکامات بیان کیے ہیں کہ اس میں عدل و اعتدال اور تقویٰ ضروری چیز ہے''۔

www.rahimia.org

اجتماعیت نظام سے پیدا ہوتی ہے

حضرت آزادرائے پوری مدظلہ نے مزید فرمایا:

’’افرادِ انسانی کی شخصی تعمیر وتہذیب کے بعد دوسرا اہم ترین عمل افراد کے مجموعے کو عدل پر قائم کرنا ہے۔ دنیا کا کوئی اجتماع؛ حکمران اور اس کے ماتحت اداروں کے بغیر نہیں ہوتا، جس کے حوالے سے نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ’’تم میں سے ہر آدمی راعی (حکمران) ہے، اور ہر ایک سے اس کی رعایا اور اس کے ماتحت لوگوں کے بارے میں پوچھا جائے گا‘‘۔ (البخاری) دین کا دوسرا اہم ترین شعبہ نظام المدینہ (مملکت کے ریاستی نظم ونسق) سے تعلق رکھتا ہے۔ مملکت میں اتھارٹی رکھنے والی حکمران طاقت کا ہونا ضروری ہے۔ اور حکمران طاقت سسٹم سے پیدا ہوتی ہے۔ کسی سوسائٹی میں اگر کوئی مستحکم سسٹم نہیں ہے، مکمل اجتماعیت نہیں ہے، کوئی ڈسپلن نہیں ہے، کوئی حکمران نہیں ہے، تو وہ پورا کا پورا انسانی معاشرہ نہیں کہلا سکتا۔ اس لیے نظام اور سسٹم کی بڑی بنیادی اہمیت ہے۔ اس حوالے سے بھی دینِ اسلام نے ہدایات اور احکامات بیان کیے ہیں۔

پہلا بڑا بنیادی حکم قرآن حکیم میں دیا گیا ہے کہ: ’’اللہ تعالیٰ تمھیں حکم دیتا ہے کہ تم امانتیں اُن کے اہل لوگوں کے سپرد کرو‘‘۔ (4-النساء: 58) مفسرین کا اس پر اتفاق ہے کہ یہ حکم تمام حکمرانوں، اُمرا اور والیوں کے لیے ہے، بلکہ ہر اُس فرد کے لیے یہ حکم ہے، جو جس سطح کی امانتوں کا ذمہ دار، حاکم، والی اور راعی ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے وضاحت فرمادی کہ: ’’عورت بھی اپنے بچوں اور شوہر کے گھر کی سربراہ ہے‘‘، وہ بھی اپنی چھوٹی سی اس ریاست کی حکمران ہے، جس میں اس نے بچوں کی پرورش کرنی ہے اور شوہر کے حقوق کی حفاظت کرنی ہے۔ اسی طرح مرد خاندان کا سربراہ ہے، خاندانوں سے مل کر محلے کی کوئی اجتماعیت ہے تو اس کا سربراہ ہے۔ کوئی پارٹی کا سربراہ ہے، کوئی ادارے کا ذمے دار ہے، ان سب لوگوں سے اپنے ماتحتوں سے متعلق پوچھا جائے گا۔ تمام سربراہان اور حکمرانوں کو یہ حکم دیا جا رہا ہے کہ امانتیں اُن کے سپرد کی جائیں جو ان کے اہل ہوں۔ امانتوں کی ادائیگی سے ہی ڈسپلن قائم رہتا ہے۔

مفسرین کہتے ہیں کہ اس آیت میں مالی امانتیں بھی شامل ہیں اور جانی امانتیں بھی شامل ہیں۔ اسی طرح انتظامی امانتیں بھی شامل ہیں۔ فیصلہ سازی کے امور بھی ہیں۔ غرض کہ سوسائٹی کی جتنی ذمہ داریاں یا جتنے شعبے قیامت تک نئے سے نئے تخلیق ہوتے رہیں گے، وہ تمام امانتیں اس آیت کے مفہوم میں شامل ہیں۔ اس کا جو بھی ذمے دار ہو اس پر فرض ہے کہ وہ ان امانتوں کو صحیح اور درست طور پر ادا کرے۔ حتیٰ کہ سربراہ کی ذمے داری یہ بھی ہے کہ جو امانت صحیح طور پر ادا کر رہا ہے اس کی امانت تو صحیح ادا کرے لیکن اگر کسی نے غلطی اور کوتاہی سے خیانت کی ہے تو اس کے ساتھ بھی خیانت نہ کرے، نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ’’تیرے ساتھ جو امانت کا معاملہ کر رہا ہے اس کی امانت ادا کرو، جو تمھارے ساتھ خیانت کر رہا ہے، اس کے ساتھ بھی امانت کا معاملہ کرو‘‘۔ (مسند احمد) تمھارا کام خیانت سے بچنا اور امانت کی ادائیگی کرنا ہے۔ اسی طرح دین میں امانت کی ادائیگی کے حوالے سے مسلم، غیر مسلم کی تفریق بھی نہیں کی گئی، کوئی بھی انسان ہو، اس کی امانت اس کا حق ہے‘‘۔

آج ہم پر خیانتوں کا عالمی نظام مسلط ہے

حضرت آزادرائے پوری مدظلہ نے مزید فرمایا:

’’آج ہم دینِ اسلام کی ہدایات کے تناظر میں اپنی سوسائٹی کا جائزہ لیں تو یہاں امانتوں کی ادائیگی کے بغیر لوگوں سے اطاعت اور ڈسپلن کا مطالبہ کیا جاتا ہے۔ حکمران طبقہ عوام کے حقوق ادا نہیں کر رہا، ذمے داریاں پوری نہیں کر رہا اور ان سے کہتا ہے کہ جو ہم نے ظالمانہ سسٹم بنایا ہے اس کی اطاعت کرو۔ اس کی وجہ سے عوام اور حکمرانوں میں جھگڑا ہے۔ برعظیم پاک و ہند میں بسنے والے انسانوں کا پچھلے تین سو سالوں سے اپنے غیر ملکی اور ملکی حکمرانوں سے جھگڑا چل رہا ہے۔ اس ملک پر ناجائز طور پر ایسٹ انڈیا کمپنی نے سو سال حکمرانی کی، پھر برٹش شہنشاہیت نے نوے سال حکمرانی کی، اس دو سو سالہ حکمرانی کے خلاف ہمارا ان سے جھگڑا چل رہا ہے۔ اور جھگڑے کی اساس کیا ہے؟ جھگڑے کی اساس یہ ہے کہ جو امانتیں جن کی ہیں ان کو دینے کے بجائے ان میں خیانتوں کا ایک عالمگیر نظام ہم پر مسلط کر دیا گیا ہے۔ پھر نئے ملک کے قیام کے بعد انگریزوں کے بنائے ہوئے نظام کو جاری رکھنے سے بھی عوام اور حکمرانوں کا جھگڑا ہے۔

یہ ایک حقیقت ہے جس کا ادراک کرنا تمام سربراہان کے لیے ضروری ہے۔ خواہ وہ مولوی ہوں، پیر ہوں، رہنما ہوں، سیاسی پارٹیوں کے سربراہ ہوں، انتظامی افسران ہوں، عدالتی افسران ہوں یا وہ سیکیورٹی فورسز کے سربراہان اور ان کے ذمہ داران ہوں۔ ان تمام سے عوام کا جھگڑا ہے۔ یہ ایک طے شدہ حقیقت ہے کہ جو جھگڑا 1947ء سے پہلے انگریز سامراج کے بنائے ہوئے نظام سے تھا، اُسی سسٹم کی اتباع کی وجہ سے وہی جھگڑا 1947ء کے بعد سے اب تک جاری ہے۔ عقل و شعور کے ساتھ یہ بات سمجھنی بڑی ضروری ہے کہ 1947ء تک دستور، آئین اور بنیادی ڈھانچہ مسلمہ طور پر غلامی کا تھا، ہم ڈیکلیئرڈ غلام تھے اور کمپنی اور برطانوی بادشاہت ناجائز طور پر ہم پر مسلط تھی۔

پاکستان بننے کے بعد دنیا کے دستور اور آئین کے مطابق ایک آزاد پاکستانی ریاست وجود میں آ گئی۔ ایک برطانوی قانون کے تحت دو آزاد ملک بنا دیئے ہندوستان اور پاکستان، دستوری اور آئینی طور پر ایک ریاست الگ ہو گئی اور ایک مسلسل عمل کے ذریعے سے ایک آئین اچھا برا بھلا جیسا بھی ہے بن گیا۔ اب کہنے کو تو آزاد ہیں، لیکن سسٹم کے طور پر وہی حالت جاری ہے، جو غلامی کے زمانے میں تھی۔ اسی بنیاد پر یہاں حکمران طبقات کے ساتھ پاکستانی عوام کا جھگڑا ہے۔ جب تک اس جھگڑے کی حقیقت نہیں سمجھی جائے گی اس وقت تک امانتوں سے متعلق دین کی تعلیمات پر پورا عمل نہیں ہوسکتا۔ ہم بائیس کروڑ عوام کو اپنی ریاست اور مملکت کے سسٹم پر غور وفکر کرنا چاہیے کہ سسٹم اگر امانتیں ادا نہیں کر رہا، غلام ہے، عدل پر نہیں ہے، ظلم پر ہے، تو یہ غلط ہے، اس سسٹم کو آزاد ہونا چاہیے، عادلانہ ہونا چاہیے، امن اور معاشی خوشحالی پیدا کرنے والا ہونا چاہیے۔ تب تو ریاست اور اجتماعیت برقرار رہے گی ورنہ تو خدانخواستہ اگر یہی حالات رہے تو نتیجہ وہی ہوگا، جو قرآن حکیم نے گزشتہ قوموں کا بیان فرمایا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے اعمال کا تجزیہ کرنے اور اپنے اجتماعی معاملات کا شعور حاصل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین!)

www.rahimia.org

حضرت مولانا قاضی محمد حسن مرادآبادیؒ

تحریکِ ولی اللّٰہی میں جن علاقوں کے اولوالعزم حضرات نے نمایاں کردار ادا کیا، انھیں میں ایک نام ریاست بھوپال کا بھی ہے۔ 1857ء کی جدوجہدِ آزادی، تحریکِ خلافت، تحریکِ ترکِ موالات یا پھر تحریکِ ریشمی رومال، ہر میدان میں بھوپال کی ریاست سے وابستہ عوام وخواص نے ولی اللّٰہی تحریک کے ہر ہر قدم کی حمایت کی، بلکہ ان میں عملی کردار بھی ادا کیا۔ انھیں حضرات قدسی صفات میں ایک نمایاں نام ریاست بھوپال کے قاضی مولانا محمد حسن مرادآبادیؒ کا بھی ہے۔

قاضی محمد حسن مرادآبادیؒ، مرادآباد میں جنوری 1861ء میں مولانا محمد احسنؒ کے ہاں پیدا ہوئے۔ آپؒ کا سلسلۂ نسب مرادآباد کی معروف علمی شخصیت قاضی شریعت اللہ مرادآبادیؒ سے جا ملتا ہے۔ آپؒ کے والد بزرگوار حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ کے ہم سبق تھے۔ انھوں نے حضرت شاہ عبدالغنی مجددیؒ سے حدیث کی تعلیم حاصل کی۔ مولانا موصوفؒ کی زندگی کے ابتدائی ایام بہت نامساعد حالات میں گزرے، جس کی وجہ سے تعلیم پر کوئی خاص توجہ نہیں دی جاسکی۔ والدِ گرامی کی وفات کے بعد ابتدائی تعلیم مرادآباد ہی میں حاصل کی۔ ازاں بعد مزید تعلیم کے حصول کے لیے رام پور اور بریلی کے اسفار کیے۔ مولانا عبدالحق خیرآبادیؒ کے شاگرد مولانا عبدالعزیزؒ سے بھی تعلیم حاصل کی۔ زمانۂ طالبِ علمی ہی میں 1882ء میں ارادت کا تعلق قطبِ عالم حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ سے قائم ہوگیا تھا۔

اللہ تعالیٰ نے مولانا موصوفؒ کو بہت زیادہ انتظامی صلاحیتوں سے نوازا تھا۔ انھیں خوبیوں کی بنیاد پر ایک بار حضرت گنگوہیؒ نے آپؒ کے بارے میں ارشاد فرمایا تھا کہ: ''محمد حسن نرا مولوی ہی نہیں ہے، سپاہی ہے، منشی ہے، محاسب ہے، وکیل ہے، زمیندار ہے، درزی ہے، باورچی ہے، پہلوان ہے''۔ الغرض! مولانا موصوفؒ استعداد و صلاحیت کے اعتبار سے ایک جامع شخصیت تھے۔ آپؒ نے حضرت گنگوہیؒ کی صحبت میں رہ کر تربیت حاصل کی اور اپنی زندگی کو ولی اللّٰہی فکروعمل کے تحت ڈھال لیا۔

1890ء میں حضرت گنگوہیؒ کی ہدایت پر مرادآباد تشریف لے گئے اور حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ کے قائم کیے ہوئے مدرسے ''مدرسہ شاہی مرادآباد'' میں مدرّس کے طور پر ذمہ داریاں نبھانے لگے۔ اسی دوران گلاؤٹھی میں مدرسہ اسلامیہ میں بھی مدرّس کے طور پر خدمات سرانجام دیں۔ 15 سال تک مرادآباد میں درس وتدریس کی خدمات سرانجام دیتے رہے۔ مرادآباد میں قیام کے دوران کی آپؒ کی ملاقاتیں حضرت شیخ الہندؒ کے ایک قریبی دوست مولانا محی الدین خان بھوپالیؒ سے ہوئیں، جو ریاست بھوپال میں قاضی کے عہدے پر فائز تھے۔ ایک بار جب موصوف قاضی محی الدینؒ سے ملنے کے لیے بھوپال تشریف لے گئے تو اس دوران ریاست کی نواب سلطان جہاں بیگم سے بھی ملاقات ہوئی۔ نواب کو موصوفؒ کی انتظامی صلاحیتوں کے بارے میں پہلے ہی سے علم تھا۔ اسی بنا پر نواب نے انھیں ریاست میں خدمات انجام دینے کے لیے کہا تو مولانا موصوفؒ نے یہ کہہ کر رد کردیا کہ وہ حضرت گنگوہیؒ کے حسبِ حکم مرادآباد میں مقیم ہیں، اس لیے ان کی اجازت کے بغیر وہ کہیں نہیں جاسکتے۔ نواب سلطان جہاں بیگم خود بھی حضرت گنگوہیؒ کی مریدتھیں، اس تعلق کی وجہ سے انھوں نے حضرت گنگوہیؒ کو خط لکھ کر اجازت طلب کی۔ اس کے بعد 22؍جنوری 1905ء کو بھوپال شہر کے واعظ کی حیثیت سے مولاناؒ نے عملی کام کا آغاز کیا۔

مولانا موصوفؒ کی محنت کی بدولت جلد ہی ''جامعہ احمدیہ'' کے نام سے اس مدرسے نے مقبولیت حاصل کرلی۔ اسی بنا پر یہ علمی مرکز دارالعلوم دیوبند کی ایک شاخ کی حیثیت اختیار کرگیا۔ آپؒ 1931ء میں قاضی محی الدینؒ کے بعد ریاست بھوپال کے قاضی کے طور پر نامزد ہوئے۔ یہ خدمات 1946ء تک سرانجام دیتے رہے۔ اسی دوران دارالعلوم دیوبند کی مجلسِ شوریٰ کے ممبر بھی رہے۔ ریاست میں درس و تدریس اور انتظامی ذمہ داریوں کے ساتھ ساتھ وطنِ عزیز کی آزادی وحریت کی تحریکات میں بھی پیش پیش رہے۔ خاص طور پر جب آپؒ حضرت گنگوہیؒ سے تعلق کے نتیجے میں حضرت شیخ الہندؒ کے ساتھ رابطہ ہوگیا تو تحریکِ ریشمی رومال میں بھی قائدانہ کردار ادا کیا۔

حضرت شیخ الہندؒ کے ساتھ مولاناؒ کی خط وکتابت کا سلسلہ بھی تھا، جو قاضی محی الدین بھوپالیؒ کے ذریعے سے ہوتا تھا۔ ریاست بھوپال میں ان دونوں حضرات نے خاص طور پر ولی اللّٰہی افکار کے فروغ میں بہت مؤثر کردار ادا کیا۔ نہ صرف یہ کہ درس وتدریس کے عمل کے ذریعے، بلکہ رائے عامہ کی ہمواری میں عملی کردار بھی ادا کیا۔ تحریکِ خلافت اور ترکِ موالات میں بھوپال ریاست کا تاریخ میں جو کردار ملتا ہے، اس کا سہرا بھی انھیں حضرات کے سر ہے۔

تحریکِ ریشمی رومال کے سلسلے میں تاجِ برطانیہ نے ایک تفصیلی رپورٹ بھی تیار کی، جس میں اس تحریک کے قائدین کے بارے میں کچھ تفصیلات بیان کی گئی ہیں۔ اس رپورٹ کو رولٹ ایکٹ کی کمیٹی کی رپورٹ کے نام سے جانا جاتا ہے۔ رولٹ ایکٹ کی کمیٹی کی رپورٹ میں بھی مولانا موصوفؒ کا تذکرہ ان الفاظ میں ملتا ہے: ''محمد حسن آف مرادآباد، جو دربار کی نظر میں میجر جنرل ہے، بھوپال اسٹیٹ کونسل کا ممبر ہے۔ مولانا محمود حسن کی جماعت کا سربرآوردہ اور ان کے وابستگان میں سے ہے۔ وہ دیوبند کمیٹی کا ممبر ہے''۔ (ریشمی خطوط سازش کیس، کون کیا تھا؟)

مولانا قاضی محمد حسنؒ نے بھرپور علمی وعملی زندگی گزاری اور تادمِ آخر اسی فکروعمل کے ساتھ وابستہ رہے، جس کا راستہ حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ نے ان کو دکھایا تھا۔

مولانا موصوفؒ نے 6؍ستمبر 1946ء کو جان جانِ آفریں کے سپرد کردی۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ان ذاتِ قدسی صفات کے فکروعمل کو اختیار کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین!)

www.rahimia.org

سیّد احمد شاہ معروف بہ احمد فرازؔ (1931ء-2008ء)

اے شُعاعِ سحرِ تازہ!

(نئے سال کی آمد پر)

اے شُعاعِ سحرِ تازہ ، نئے سال کی ضَو
میرے سینے میں بھڑکتی ہے ابھی درد کی لَو
میری آنکھوں میں شکستہ ہیں ابھی رات کے خواب
میرے دِل پر ہے ابھی شعلۂ غم کا پرتَو

جا بہ جا زخمِ تمنا کے میری خاک میں ہیں
کیا ابھی اور بھی ناوک کفِ افلاک میں ہیں؟

ہر نئے سال کی آمد پہ یہ خوش فہم تیرے
پھر سے آراستہ کرتے ہیں در و بام اپنے
پھر سے واماندہ ارادوں کو تسلی دینے
ہم بُھلا دیتے ہیں کچھ دیر کو آلام اپنے

گل شدہ شمعوں کو ہم پھر سے جلا دیتے ہیں
پھر سے ویرانیٔ قسمت کو دُعا دیتے ہیں

یوں ہی ہر سال میرے دیس کی بے بس خلقت
پھر سے اَدوار کے اَنبار میں دَب جاتی ہے
خود فریبی کے تبسم کو سجا لینے سے
شدتِ کرب ، بَھلا چہروں سے کب جاتی ہے

منزلِ شوق کا اب کوئی بھی دلدادہ نہیں
وہ تھکن ہے کہ مسافر سفر آمادہ نہیں

ایک نظر دیکھ یہ اَنبوہ در اَنبوہ غلام
جو فقط شوئ تقدیر سے وابستہ ہیں
ان کو کچھ بھی تو بجز وعدۂ فردا نہ مِلا
یہ جو خود ساختہ زنجیر سے پابستہ ہیں

ان کا ایک ایک نفس رہن ہے اغیار کے پاس
اب تو غم خوار بھی آتے نہیں بیمار کے پاس

اے نئے سال! کروں میں بھی سواگت تیرا
تُو اگر دل سے میرے چاکِ قبائی لے لے
میں تو اُس صبحِ درخشاں کو توَنگر جانوں
جو میرے شہر سے کشکولِ گدائی لے لے

جو میری خاک کو مستِ مئے پِندار کرے
جو میرے دشتِ وفا کو ، گل و گلزار کرے

بقیہ علامہ ابنِ خلدون؛ بانیٔ عمرانیات

وہ کہتے ہیں کہ حشرات (کیڑے مکوڑوں) میں اطاعت اور نظام کی پیروی کا فطری جذبہ ہے، جب کہ انسان بھی اطاعت وفرماں برداری کا دل سے قائل ہے، فرق یہ ہے کہ حشرات جبلت کے تقاضے اطاعت کرتے ہیں اور انسان فکر و سیاست کی رہنمائی سے اطاعت کرتا ہے۔ (مقدمہ ابنِ خلدون، باب اول فی العمران البشری علی الجملۃ، ص: 44)

بقیہ پاکستان اب ایسے نہیں چلے گا

لیکن ایسی بات کرنے والے یہ نہیں بتاتے کہ وہاں عام انسان کی زندگی کتنی مشکل ہے، جہاں وہ قومیں ایک نہ ختم ہونے والی غلامی میں جکڑی جا چکیں ہیں۔ وہاں کی تاریخ یورپی بھیڑیوں کی خون آشام مہمات سے عبارت ہے اور لوٹ مار کا سلسلہ ہے کہ رکنے کا نام نہیں لیتا۔ ایسے میں جدوجہدِ آزادی کے حوالے سے شان دار ماضی رکھنے والے خطے میں بسنے والوں کا ایسے حالات میں ردِعمل بہرحال لاطینی امریکا میں بسنے والوں سے مختلف ہونا وقت کا تقاضا ہے۔

بقیہ یوریشائی طاقتوں کے رابطے کے اثرات

سوویت یونین کی تحلیل کے بعد روس کو اپنے شہریوں کی دیگر ضرورتوں کے علاوہ صحت سے متعلقہ مسائل کا بھی سامنا تھا، لہٰذا سرد جنگ کے خاتمے کے بعد 1996ء میں سلامتی کونسل کے ارکان مل کر ایک نیشنل ہیلتھ فنڈ کا قیام عمل میں لائے، جس میں امریکا اور برطانیہ وغیرہ بھی شامل تھے۔ اسی فنڈ میں روس نے چین کے حصے کو دگنا کر دیا ہے۔ دونوں ملکوں کا عالمی مسائل پر یکساں مؤقف کا اظہار ہوتا ہے۔ وقت گزرنے کے ساتھ اقوامِ عالم کی بھی یہی آواز بنتی جا رہی ہے۔

www.rahimia.org

Monthly RAHIMIA Lahore CPL No. 59

رفتارِ کار

رپورٹ: مولانا محمد جمیل، لاہور

ادارہ رحیمیہ علومِ قرآنیہ میں دورۂ تفسیر القرآن الحکیم کے احوال

23/ دسمبر 2022ء بروز جمعہ کو ادارہ رحیمیہ علومِ قرآنیہ لاہور میں شیخ التفسیر والحدیث حضرت اقدس مولانا شاہ عبدالخالق آزاد رائے پوری مدظلہٗ (مسند نشین سلسلۂ عالیہ رحیمیہ رائے پور) کی سرپرستی میں دورہ تفسیر قرآن حکیم منعقد ہوا، جس کا آغاز حضرت رائے پوریؒ کے خطبہ جمعۃ المبارک سے ہوا۔ یہ دورہ 8/ جنوری 2023ء (17 دن) تک جاری رہا۔ اور اس میں ملک کے چاروں صوبوں اور آزاد کشمیر سے احباب کی شرکت رہی۔ نیز مدارس اور کالج و یونیورسٹیز سے تعلق رکھنے والے ہر طرح کے احباب نے شرکت کی۔

اس دورۂ تفسیر میں قرآن حکیم کے دس پاروں (سورت یونس تا سورت العنکبوت) پر دروس دیے گئے۔ قرآن حکیم کے دس پاروں کی تفسیر کے علاوہ ضروری اور بنیادی فقہی مسائل، معاشرتی مسائل اور ان کے ممکنہ حل کے حوالے سے بھی شرکا کی رہنمائی قرآن، حدیث اور تاریخی تسلسل کی روشنی میں کی گئی۔

پورے دورۂ تفسیر میں روزانہ نمازِ فجر اور نمازِ عصر کے بعد شرکا کے لیے استفادہ نشست (سوال و جواب) کا سیشن رکھا جاتا تھا، جس میں بہ طور خاص حضرت اقدس شاہ عبدالخالق آزد رائے پوری اور ادارہ رحیمیہ کے سرپرستِ اعلیٰ حضرت ڈاکٹر مفتی سعید الرحمٰن مدظلہٗ شرکا کے سوالات کے براہِ راست جوابات دیتے تھے۔ دورہ تفسیر میں جن مفتیانِ عظام اور علمائے کرام نے شرکا کو تفسیر پڑھائی، ان کی تفصیل درجِ ذیل ہے:

حضرت مولانا ڈاکٹر مفتی سعید الرحمٰن (ملتان، سرپرست ادارہ)، حضرت مولانا مفتی عبدالمتین نعمانی (بورے والا، صدر ادارہ)، حضرت مولانا مفتی عبدالقدیر (چشتیاں، ناظم تعلیمات ادارہ)، حضرت مولانا مفتی محمد مختار حسن (نوشہرہ، ڈائریکٹر ایڈمن ادارہ)، حضرت مولانا ڈاکٹر محمد ناصر عبدالعزیز (جھنگ)، حضرت مولانا ڈاکٹر تاج افسر (اسلام آباد)، حضرت مولانا قاضی محمد یوسف (حسن ابدال)، حضرت مولانا مفتی محمد اشرف عاطف (لاہور)، مولانا مفتی نصراللہ ناصر (مانسہرہ)، مولانا عبدالرحیم طاہر (ہارون آباد)، مولانا غلام مصطفیٰ کیانی (لاہور) اور پروفیسر حافظ محمد اختر رحمانی (گوجرانوالہ)۔

دورۂ تفسیر میں جن احباب نے کم از کم مسلسل 8 روز شرکت کی، انھیں امتحان میں بیٹھنے کی اجازت دی گئی اور جو احباب امتحان میں کامیاب ہوئے، انھیں دورۂ تفسیر کی اختتامی تقریب میں حضرت اقدس مدظلہ العالی اور دیگر حضرات کے ہاتھ سے کتب کی صورت میں انعامات اور سرٹیفکیٹ بھی دیے گئے۔

دورۂ تفسیر کی اختتامی تقریب 8/ جنوری 2023ء بروز اتوار صبح 11 بجے منعقد ہوئی، جس میں حضرت رائے پوری مدظلہ اور ڈاکٹر مفتی سعید الرحمٰن مدظلہٗ العالی نے خطبات ارشاد فرمائے۔ اس تقریب میں لاہور و گردونواح اور ملک بھر سے کثیر تعداد میں احباب نے شرکت کی۔ آخر میں حضرت مدظلہ العالی کی دعا سے اس تقریب کی تکمیل ہوئی۔

دینی مسائل

اس صفحے پر قارئین کے سوالات کے جوابات دیے جاتے ہیں!

از حضرت مفتی عبدالقدیر — شعبۂ دارالافتا — ادارہ رحیمیہ علومِ قرآنیہ (ٹرسٹ) لاہور

سوال کیا سنتِ مؤکدہ یا غیر مؤکدہ کی جگہ فرضوں کی قضا کی جا سکتی ہے؟

راؤ ضیاء الرحمٰن، لاہور

جواب سننِ مؤکدہ کو ترک کرنا درست نہیں ہے، حتی الوسع پڑھنی چاہئیں، البتہ سنن غیر مؤکدہ اور نوافل کی جگہ فرضوں کی قضا کی جا سکتی ہے۔

سوال فریقین زید اور عمر، بکر اور فارس کے درمیان 15 سال قبل زمین کی خریداری کا معاہدہ بلا کسی شرط کے شرعی و قانونی تقاضوں کے مطابق طے پایا، جس میں زید مشتری اور عمر، بکر اور فارس بائع تھے۔ زمین بیچنے والوں کے والد عبید نے فروختگی زمین سے بارہ سال قبل بقائم ہوش و حواس و بحالتِ صحت اپنے مذکورہ بیٹوں کے نام کروا رکھی تھی۔ پھر زید کے زمین خریدنے کے 14 سال بعد بائعین (عمر، بکر اور فارس) نے زید سے قیمت فروخت پر زمین کی واپسی کا مطالبہ کیا، جب کہ اب کرنسی کی قدر بہت گر چکی ہے۔ زید کے انکار پر فروخت کنندگان اور اُن کے والد عبید کی ملی بھگت سے ایک مقدمہ عدالت میں عبید کی طرف سے دائر کیا گیا۔ مدعی والد عبید اور مدعا علیہ اپنے بیٹوں اور مشتری (زید) کو بنایا گیا ہے، جس میں کہا گیا ہے کہ 28 سال سے میں ذہنی مریض اور صاحبِ فراش ہوں، میرے بیٹوں نے فراڈ اور جعل سازی سے میری وراثتی زمین اپنے نام کروا کر فروخت کی، لہٰذا عدالت زمین کے تمام انتقالات منسوخ کروا کر میری زمین مجھے واپس دلوائے۔ ملی بھگت کی وجہ سے بائعین اپنے اوپر مقدمے کا دفاع کرنے کے لیے اصالتاً و وکالتاً پیش نہیں ہو رہے، تاکہ اُن کے والد عبید کے حق میں فیصلہ ہو جائے۔ یہاں تک کہ عبید کا مقدمہ اس کے بیٹے جو کہ مدعا علیہ ہیں، لڑ رہے ہیں۔ اس مقدمے کا مقصد صرف اور صرف زید سے زمین ہتھیانا ہے۔ لہٰذا: (1) عبید کے مقدمے کی شرعی حیثیت کیا ہے؟ جو والدین اور بیٹوں کی ملی بھگت سے دائر کیا گیا۔ (2) عبید کے مقدمے میں بیٹے و دیگر معاونین کس زمرے میں آتے ہیں؟ (3) اگر بالفرض عبید مقدمے میں کامیاب ہو جاتا ہے اور زمین حاصل کر لیتا ہے تو شرعاً یہ اس کے لیے حلال و جائز ہوگی؟

جواب جب فریقین کے درمیان خرید و فروخت کا معاملہ مکمل ہو گیا، شرعاً ایجاب و قبول ہوتے ہی بیع مکمل ہو گئی۔ فریق اوّل خریدار پر قیمت کی ادائیگی اور فریق ثانی پر زمین کی سپردگی لازم ہو گئی۔ اب فریق ثانی کا مقدمہ دائر کر کے زمین حاصل کرنا' ناجائز ہے۔ اس کی معاونت کرنا بھی ظلم ہے۔ اس طرح مقدمہ بازی سے زمین حلال نہیں ہوگی۔ آں حضرت ﷺ کی حدیث ہے: ''جس کسی نے زمین کی ایک بالشت (بھی) ظلم کرتے ہوئے کاٹ لی، قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اسے سات زمینوں سے اس کا طوق (بنا کر) پہنائے گا''۔ (صحیح مسلم، حدیث: 4132)

مدیرِ اعلیٰ مفتی عبدالخالق آزاد طابع و ناشر نے اے۔ جے پرنٹرز 28/A نسبت روڈ لاہور سے چھپوا کر دفتر ماہنامہ ''رحیمیہ'' رحیمیہ ہاؤس 33/A کوئینز روڈ لاہور سے جاری کیا۔